www.emarsiya.com

مرثیہ

۱
پھولا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زارِ صبح
کرنے لگا فلک زرِ انجم نثارِ صبح
گلزارِ شب خزاں ہوئی آئی بہارِ صبح
سرگرمِ ذکرِ حق ہوئے طاعت گزارِ صبح
تھا چرخِ اخضری پہ یہ رنگ آفتاب کا
کھلتا ہے جیسے پھول چمن میں گلاب کا

۲
چلنا وہ بادِ صبح کے جھونکوں کا دم بہ دم
وہ آب و تاب نہر وہ موجوں کا پیچ و خم
مرغانِ باغ کی وہ خوش الحانیاں بہم
سردی ہوا میں پر نہ زیادہ بہت نہ کم
کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا
تھا موتیوں سے دامنِ صحرا بھرا ہوا

۳
وہ صبحِ نور اور وہ صحرا وہ سبزہ زار
چلنا نسیمِ صبح کا رہ رہ کے بار بار
تھے طائروں کے غول درختوں پہ بے شمار
کوکو وہ قمریوں کی وہ طاؤس کی پکار
وا تھے دریچے باغِ بہشتِ نعیم کے
ہر سو رواں تھے دشت میں جھونکے نسیم کے

۴
آمد وہ آفتاب کی وہ صبح کا سماں
ذرّوں کی روشنی پہ ستاروں کا تھا گماں
تھا جس کی ضو سے وجد میں طاؤسِ آسماں
نہرِ فرات بیچ میں تھی مثلِ کہکشاں
ہر نخل پر ضیائے سرِ کوہِ طور تھی
گویا فلک سے بارشِ بارانِ نور تھی

۵
اوجِ زمیں سے پست تھا چرخِ زبرجدی
ہر خشک و تر پہ تھا کرمِ بحرِ سرمدی
کوسوں تھا سبزہ زار سے صحرا زمرّدی
بے آب تھے مگر دُرِ دریائے احمدی
روکے ہوئے تھی نہر کو اُمّت رسولؐ کی
سبزہ ہرا تھا خشک تھی کھیتی بتولؑ کی

۶
وہ پھولنا شفق کا وہ مینا کے لاجورد
رکھتی تھی پھونک کر قدم اپنا ہوائے سرد
گُل سی وہ گیاہ وہ گُل سبز و سرخ و زرد
یہ خوف تھا کہ دامنِ گُل پر پڑے نہ گرد
دھوتا تھا دل کے داغ چمن لالہ زار کا
سردی جگر کو دیتا تھا سبزہ کچھار کا

۷
تھا بس کہ روزِ قتلِ شہِ آسماں جناب
تھی نہرِ علقمہ بھی خجالت سے آب آب
نکلا تھا خوں ملے ہوئے چہرے پہ آفتاب
روتا تھا پھوٹ پھوٹ کے دریا میں ہر حباب
پیاسی جو تھی سپاہِ خدا تین رات کی
ساحل سے سر پٹکتی تھیں موجیں فرات کی

۸
تھا لشکرِ یزید میں سامانِ قتلِ شاہ
گیتی کو تنگ تھا یہ تھی کثرتِ سپاہ
ہر سو جما رہا تھا صفیں شمرِ روسیاہ
ممکن نہ تھا کہ ہو گذرِ طائرِ نگاہ
سب مستعد تھے قتلِ شہِ کائنات پر
طوفانِ آبِ تیغ اٹھا تھا فرات پر

۹
اک صف میں برچھیوں کی چمک تھی کہ الحذر
وہ بوریاں جو سنگ کے دل میں کریں گذر
لچکا رہے تھے ڈانڈ سوارانِ خیرہ سر
انیاں وہ توڑ ڈالیں جو فولاد کا جگر
تھا اک گلا تو خنجرِ بے پیر کے لئے
وہ برچھیاں تھیں سب تنِ شبیرؑ کے لئے

۱۰ ناوک فگن لیے ہوئے حلقے کمان کے
دشمن ہیں بادشاہِ دو عالم کی جان کے
چلاتے تھے یہ چھاتیوں کو تان تان کے
دم لیں گے جسمِ شاہ کو تیروں سے چھان کے
ہرگز کریں گے پاس نہ احمدؐ کی آل کا
ریتی پہ خوں بہائیں گے زہراؑ کے لال کا

۱۱ جب بندھ چکیں صفیں تو علم کھل گئے تمام
حلقے میں اہلِ بیتؑ کے روتے تھے یاں امام
غل پڑ گیا کہ جنگ کو نکلیں شہِ امام
لپٹی ہوئی تھی قدموں سے بانوئے نیک نام
بکھرائے سر کے بال حرم ساتھ ساتھ تھے
پٹکے میں شاہِ دیں کے سکینہؑ کے ہاتھ تھے

۱۲ زینبؑ بلک رہی تھی پریشاں تھے سر کے بال
سینہ کبود چاک گریباں شکستہ حال
نعلین کا نہ ہوش نہ چادر کا تھا خیال
کہتی تھی مجھ پہ رحم کر اے فاطمہؑ کے لال
پوچھے گا کون ساتھ چھٹے گا جو آپ کا
نے ماں کا آسرا ہے مجھے اب نہ باپ کا

۱۳ زینبؑ کے اضطراب پہ شہ روئے زار زار
یاد آ گیا حسینؑ کو اس وقت ماں کا پیار
فرمایا اے بہن تری الفت کے میں نثار
لیکن میں کیا کروں نہیں کچھ میرا اختیار
واللہ اپنے قول کا ہر دم خیال ہے
بھینا حسینؑ مخبرِ صادق کا لال ہے

۱۴ بچپن میں جو زباں سے کہا ہے کریں گے ہم
حلق اپنا زیرِ خنجرِ قاتل دھریں گے ہم
کھائیں گے تیرِ ظلم لہو میں بھریں گے ہم
امت کے بخشوانے کو پیاسے مریں گے ہم
اب ہاتھ اٹھاؤ فاطمہؑ کے نورِ عین سے
ہوگی کبھی نہ وعدہ خلافی حسینؑ سے

۱۵ یہ سن کے گر پڑی جو قدم پر وہ نوحہ گر
رو کر کہا کہ ہوتا ہے ٹکڑے مرا جگر
لپٹا لیا گلے سے بہن کو بچشمِ تر
زینبؑ خدا کے واسطے پیٹو نہ اپنا سر
خاصانِ حق کا خلق میں رتبہ بلند ہے
صابر رہو کہ صبر خدا کو پسند ہے

۱۶ فرما کے یہ سکینہؑ کے منہ پر نگاہ کی
بولی بلائیں لے کے وہ رخسارِ شاہ کی
گودی میں لے لیا اسے اور دل سے آہ کی
سمجھی ہیں آخری یہ نگاہیں ہیں چاہ کی
رونا یہ بے سبب نہیں منہ موڑ موڑ کے
مرنے چلے ہیں آپ مجھے گھر میں چھوڑ کے

۱۷ معلوم ہو گیا کہ نہ اب آئیے گا آپ
چھوڑا اگر مجھے تو نہ پھر پائیے گا آپ
چھاتی پہ سونے والی کو تڑپائیے گا آپ
میں اپنی جان دوں گی اگر جائیے گا آپ
فرقت میں مجھکو جی سے گزرنا قبول ہے
اچھا سدھارو گر مرا مرنا قبول ہے

۱۸ منہ چوم کر یہ کہنے لگے شاہِ خوش خصال
معلوم ہے حسینؑ کو بی بی تمہارا حال
صدقے عقیق لب پہ ترے فاطمہؑ کا لال
کیوں کر نہ روؤں میں کہ قلق ہے مجھے کمال
ان برگِ گل سے ہونٹوں کے صدقے امامؑ ہو
سوکھے ہوئے ہیں کہ تم تشنہ کام ہو

www.emarsiya.com

۱۹
تدبیر اک نکالی ہے آنسو نہ اب بہاؤ
سوکھی زباں دکھا کے نہ شبیر کو رلاؤ
ہم پانی لینے جاتے ہیں تم ماں کے پاس جاؤ
بی بی دعا کے واسطے ننھے سے ہاتھ اٹھاؤ
حق سے کہو تو لب تشنہ جانی پہ رحم کر
یارب ہماری تشنہ دہانی پہ رحم کر

۲۰
ناچار شہ کی گودی سے اتری وہ رشک حور
پھیلی زمیں پہ روشنی آفتاب نور
روتے ہوئے نخل سے برآمد ہوئے حضور
پڑھنے لگے درود رفیقان ذی شعور
چوما ادب سے پائے امام انام کو
خم ہو گئے تمام نمازی سلام کو

۲۱
حق کے ولی مصاحب سردار انس و جن
فاقوں میں باحواس لڑائی میں مطمئن
کوئی جواں کوئی متوسط کوئی مسن
کہتے تھے روز قتل ہمیں عید کا ہے دن
مانگو دعا کہ آج یہ مرنا سعید ہو
قربان ہوں حسین پہ دن میں تو عید ہو

۲۲
وہ گورے گورے جسم قبائیں وہ تنگ تنگ
زیور کی طرح جسم پہ زیبا سلاح جنگ
جن کی صفا کو دیکھ کے ہو آئینہ بھی دنگ
حرارت کا تھا یہ جوش کہ چہرے تھے لالہ رنگ
کہتے تھے سب چڑھائے ہوئے آستین کو
آقا ابھی کہیں تو الٹ دیں زمین کو

۲۳
تھے اک طرف عزیز شہ آسماں وقار
جاں باز سرفروش بہادر وفا شعار
تھا جن کی چاہ میں دل یوسف بھی بے قرار
ایک ایک رونق چمنستان روزگار
ہر چند باغ دہر کو کیا کیا ملا نہیں
اب تک تو اس روش کا کوئی گل کھلا نہیں

۲۴
خلق و مروت حشمت ان پہ ختم تھی
زور ان پہ ختم تیغ زنی ان پہ ختم تھی
حسن ان پہ ختم گل بدنی ان پہ ختم تھی
ہر معرکے میں صف شکنی ان پہ ختم تھی
غازی تھے صف شکن تھے جری تھے دلیر تھے
جس میں علی رہے اسی بیشہ کے شیر تھے

۲۵
ان سب گلوں میں اک علی اکبر سا گل بدن
رخسار سے ہم تھے جو گیسو ہٹے پر شکن
تھا جس کی جامہ زیبی کا شہرہ چمن چمن
حیراں تھے سب کہ مل گئے کیوں کر حلب ختن
سرخی تھی لب پہ گو کہ نہ پانی نصیب تھا
دیکھا جو غور سے تو یمن بھی قریب تھا

۲۶
کہتے تھے مسکرا کے پدر سے یہ دم بہ دم
آمادہ دغا ہے ادھر لشکر ستم
مقصد ہے کیا سوار ہوں اب قبلۂ امم
دشمن اگر بہت ہیں تو ہم بھی نہیں ہیں کم
نامرد برق تیغ سے جل جائیں تو سہی
وہ سب دبک کے مورچوں سے نکل جائیں تو سہی

۲۷
کہتے تھے اشک بھر کے امام فلک جناب
دو روز سے ملا نہیں میرے حسن کو آب
صدقے ترے جلال کے اے میرے آفتاب
جی بھر کے دیکھ لوں علی اکبر ترا شباب
طاقت نہیں کلیجے میں اب درد کے داغ کی
پیارے میں دیکھ لوں بہار اپنے باغ کی

www.emarsiya.com

۲۸ قربان احتشام علمدار حق پژوہ
لرزاں تھے جس جری کے تیور سے دشت و کوہ
سردار صفدروں کا دلیروں کا سرگروہ
حمزہ کا دبدبہ اسد اللہ کا شکوہ
دل کانپتے تھے دیکھ کے تیور دلیر کے
گویا سپاہِ شام تھی پنجے میں شیر کے

۲۹ اک سو چراغ عقل تحیر تھا جلوہ گر
روشن تھے جن کے چہرۂ انور سے دشت و در
تیرہ برس کا تھا ابھی دو غیرتِ قمر
تن تن کے جھومتا تھا مگر نخلِ سبزتر
جرأت نثار ہوتی تھی اُس سرفروش پر
شملہ چھٹا تھا سبز عمامے کا دوش پر

۳۰ تلوار تول تول کے دستِ حنائی میں
کہتے تھے خوں بہائیں گے ہم اس لڑائی میں
حاصل تھا ہاتھ کو یدِ بیضا صفائی میں
اختر کی ضو دکھاتا تھا کنگنا کلائی میں
ساعد فروغ دیتے تھے تارِ نگاہ کو
دکھلاتی تھیں ہتھیلیاں آئینہ ماہ کو

۳۱ تھے پہلوئے حسینؑ میں زینبؑ کے دونوں لال
گویا قرینِ بدر تھے دو جسمِ بے مثال
کاندھوں پہ تیغے نظر آتے تھے دو ہلال
ظاہر تھا چتونوں سے یداللہ کا جلال
نو دس برس کا سن تھا مگر کیا دلیر تھے
بچے بھی شیرِ حق کے گھرانے کے شیر تھے

۳۲ دونوں یتیم حضرتِ مسلمؑ تھے کیا عقیل
حاضر تھے باادب عقبِ سرورِ جلیل
آپس میں کہتے تھے کہ پدر تو ہوئے قتیل
ہم کوفیوں کو ماریں گے گرچہ ہیں گو قلیل
گھر سے طلب کیا تھا اسی اعتقاد پر
لعنت خدا کی مذہبِ ابنِ زیاد پر

۳۳ مہماں سے یہ سلوک مسافر سے یہ دغا
یہ ظلم اک غریب پہ بے کس پہ یہ جفا
لے جا کے بام پر سرِ انور کیا جدا
خندق میں تن کو پھینک دیا وا مصیبتا
ایسی کبھی وکیل پہ آفت پڑی نہیں
سنتے ہیں ہم کہ لاش ابھی تک گڑی نہیں

۳۴ اس فوج میں یقیں ہے کہ ہووے وہ روسیاہ
مارا ہمارے بھائیوں کو جس نے بے گناہ
منت پہ ان غریبوں کے مطلق نہ کی نگاہ
سر چھوٹے چھوٹے کاٹ لیے سنگ دل نے آہ
پائیں ابھی تو کشتۂ تیغِ دو دم کریں
ہم بچوں سے ہاتھوں کو اس کے قلم کریں

۳۵ باتیں ابھی یہ کرتے تھے باہم وہ گل عذار
جو صدرِ زیں پہ مصدرِ رحمت ہوا سوار
بڑھ بڑھ کے مرکبوں پہ چلے سب رفیق و یار
آگے بڑھے علم لیے عباسؑ نامدار
پھولا ہوا چمن تھا امامِ امم کے ساتھ
تھا ہاشمی جوانوں کا غنچہ علم کے ساتھ

۳۶ اللہ رے فیضِ جلوۂ ابنِ شہِ نجف
رن کی زمیں کو حق نے دیا خلعتِ شرف
کس شان سے کھڑے تھے نمازی جمائے صف
بس یک بہ یک بجا دہلِ جنگ اس طرف
گیتی لرز گئی دلِ اوتاد ہل گئے
تیرِ ستم کمانوں کے چلوں سے ہل گئے

www.emarsiya.com

۳۷
لشکر سے تب بڑھا پسرِ سعد چند گام
شاہد رہیں تمام دلیرانِ فوجِ شام
چلّے میں رکھ کے تیر یہ سب سے کیا کلام
میں پہلے پھینکتا ہوں یہ ناوک سوئے امام
ہے شاق مجھ کو خلق میں جینا حسینؑ کا
کیا شاد ہوں ہدف ہو جو سینہ حسینؑ کا

۳۸
لکھا ہے جب لگا کے وہ ناوک ہٹا شریر
بے جان ہو گئے پچاس رفیقانِ بے نظیر
یک بار فوجِ شہ پہ چلے دس ہزار تیر
لاشوں پہ ان کے روئے امامِ فلک سریر
افتادہ خاک و خوں میں وہ اہلِ تمیز تھے
ہاں کچھ رفیق باقی تھے اور کچھ عزیز تھے

۳۹
جس وقت خاتمہ رفقا کا ہوا بہ خیر
روتے تھے حالِ فخرِ سلیماں پہ وحش و طیر
تھے پھر تو سب عزیز نہ تھا اس میں کوئی غیر
کرنے لگے عزیز بھی ملکِ عدم کی سیر
ماتم ہوا حرم میں امامِ جلیل کے
تیغوں سے ٹکڑے ہو گئے پوتے عقیل کے

۴۰
راہی سوئے عدم ہوئے جس دم وہ بے پدر
مانندِ شیرِ حق گئے حملے اِدھر اُدھر
نکلے وغا کو زینبِ ذی جاہ کے پسر
کٹ کٹ کے نیمچوں سے گرے سرکشوں کے سر
اُلٹیں صفیں جدھر وہ دمِ جنگ پھر پڑے
آخر زمیں پہ برچھیاں کھا کھا کے گر پڑے

۴۱
ناگاہ گھر میں آن کے فضہؑ نے دی خبر
رن میں گئے ہیں اکبرؑ و عباسؑ نامور
لو کام آئے زینبؑ ناشاد کے پسر
روتے ہیں بھانجوں کے لئے شاہِ بحر و بر
رن سے بہن کے بیٹوں کو شبیرؑ لائیں گے
صف ماتمی بچھاؤ کہ لاشے اب آئیں گے

۴۲
دوڑے حسینؑ جانبِ مقتل بہ اشک و آہ
مُردوں کو بھانجوں کے اُٹھا لائے گھر میں شاہ
آنکھوں کے سامنے ہوئے بے دم وہ رشکِ ماہ
سر پیٹنے اہلِ بیتِ رسولؐ فلک پناہ
زینبؑ مگر نہ روئی ادب سے امام کے
چپ رہ گئی کلیجے کو ہاتھوں سے تھام کے

۴۳
باہر امام لے گئے لاشے اُٹھا کے جب
مل مل کے ہاتھ کہتی تھی دل سے کہ ہے غضب
غیرت کا جوش آ گیا قاسمؑ کی ماں کو تب
ہم شکلِ مصطفیٰؐ کہیں مرنے نہ جائے اب
اولاد اپنی آج کے دن گر بچاؤں گی
میں فاطمہؑ کو حشر میں کیا منہ دکھاؤں گی

۴۴
دل میں یہ سوچتی ہوئی اٹھی وہ خوش خصال
رو کر کہا کہ اے حسنؑ مجتبیٰ کے لال
قاسمؑ کو اپنے پاس بلایا بہ صد ملال
کچھ اس ضعیف ماں کی بھی عزت کا ہے خیال
جاری ہیں اشکِ خوں مرے چشمِ پُر آب سے
زینبؑ کے آگے جا نہیں سکتی حجاب سے

۴۵
گھر لٹ رہا ہے فاطمہؑ زہرا کا ہائے ہائے
غیروں نے یاں حسینؑ کے قدموں پہ سر کٹائے
دشمن وہ دوست ہے جو نہ اس دکھ میں کام آئے
کیا قہر ہے کہ بھائی کا جایا نہ مرنے جائے
گھیرا ہے بے وطن کو عدو کی سپاہ نے
منہ دیکھتے ہو کیا تمہیں پالا ہے شاہ نے

www.emarsiya.com

۴۶
سب مر چکے امام دو عالم کے اقربا
حضرت کے تن کی جان ہیں وہ دونوں مہ لقا
باقی ہے کون اکبرؑ و عباسؑ کے سوا
سر ان کے کٹ گئے تو قیامت ہوئی بپا
تم بھی خجل رہو گے سدا جد کے سامنے
شرمائیں گے حسنؑ بھی محمدؐ کے سامنے

۴۷
جو مرد ہیں وہ دیتے ہیں مردانگی کی داد
جلدی دلہن سے مل کے سدھارو پئے جہاد
کچھ اپنے باپ کی بھی وصیت ہے تم کو یاد
قربان ہو چچا پہ یہی ماں کی ہے مراد
بیاہا تمہیں برآئی ہر اک آرزو مری
اب وہ کرو کہ جس میں رہے آبرو مری

۴۸
مادر کے منہ کو دیکھ کے بولا وہ گل عذار
جانیں ہزار ہوں تو چچا پر کریں نثار
ایسے ہیں ہم کہ بیٹھ رہیں وقت کارزار
رخصت ہی وہ نہ دیں تو ہے کیا اپنا اختیار
رن میں چلے تھے مرنے کو پہلے ہی سب سے ہم
روکا چچا نے کہہ نہ سکے کچھ ادب سے ہم

۴۹
اب بھی اگر نہ دیں گے رضا سرورِ امم
اماں مزار کشتۂ ستم کی ہمیں قسم
رکھ لیں گے تیغ کھینچ کے اپنے گلے پہ ہم
رن پر قدم ہے اب کوئی دم میں سوئے عدم
کیا دخل ہم سے آگے جو وہ شہ سوار ہوں
عباسؑ ہوں کہ اکبرؑ عالی وقار ہوں

۵۰
یہ کہہ کے آئے سر کو جھکائے دلہن کے پاس
فرمایا ہم کو ہائے یہ شادی نہ آئی راس
آنکھوں میں اشک درد کلیجے میں دل اداس
سب مر گئے عزیز شہنشاہ حق شناس
بستی تمام لٹ گئی ویرانہ ہو گیا
شادی کا گھر جو تھا وہ عزا خانہ ہو گیا

۵۱
کس سے کہیں جو حال دل دردناک ہے
اس زندگی پہ حیف ہے دنیا پہ خاک ہے
تلوار چل رہی ہے جگر چاک چاک ہے
اب کوئی دم میں دلبرِ زہراؑ ہلاک ہے
آئی تباہی آلِ نبیؐ کے جہاز پر
نرغہ ہے شامیوں کا امامِ حجاز پر

۵۲
تم بھی کچھ اپنے باپ کی اس دم کرو مدد
دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے یہ روز بد
آفت میں آج ہے پسرِ ضیغمِ صمد
صدقے کرو ہمیں کہ بلا ان کی ہوئے رد
راضی رضائے حق پہ بہ صد آرزو رہو
حیدرؑ سے ہم بتولؑ سے تم سرخرو رہو

۵۳
واللہ قتل ہوں گے جو عباسؑ نامور
اکبرؑ خدا نخواستہ مارے گئے اگر
صدمے سے ٹوٹ جائے گی شبیرؑ کی کمر
مر جائیں گے تڑپ کے شہنشاہ بحر و بر
وہ مستعد ہیں حلق کٹانے کے واسطے
ہم کیا چلے ہیں لاش اٹھانے کے واسطے

۵۴
سونچو تمہیں گلا نہ کٹائیں تو کیا کریں
رخصت کرو تو فوج ستم سے وغا کریں
زہرا و فاطمہؑ کی صدائیں سنا کریں
کھولو جو لعل لب تو گہر ہم فدا کریں
صاحب ہمیں سپردِ عروسِ اجل کرو
مشکل کشا کی پوتی ہو مشکل کو حل کرو

www.emarsiya.com

۵۵
گھونگھٹ ہٹا کے ہم کو دکھاؤ تو رخ کا نور
آنکھوں پہ ہیں ہتھیلیاں رقت کا ہے وفور
پاس اب نہ آسکیں گے کہ ہوتے ہیں تم سے دور
نرگس کے پھول ہاتھ سے ملنا یہ کیا ضرور
جینے کی اس چمن میں خوشی دل سے فوت ہے
بلبل جو گل کی شکل نہ دیکھے تو موت ہے

۵۶
صاحب بھلا عدم کے مسافر سے کیا حجاب
ایسی رواروی میں ٹھہرنے کی کب ہے تاب
ہم یوں ہیں جس طرح کہ سرِ آب ہو حباب
کہتی ہے موت گور کی جانب چلو شتاب
رستہ ہے پُرخطر کہیں وقفہ ذرا نہ ہو
منزل بہت کڑی ہے یہ جلدی روانہ ہو

۵۷
اک دم کی بھی نہیں تو جدائی ہے تم سے شاق
لائی اجل پکڑ کے گریباں سوئے عراق
کیا کیجیے نصیب میں تھا صدمۂ فراق
بولو زباں سے کچھ کہ نہ رہ جائے اشتیاق
چپکی یوں ہی رہو گی تنِ پاش پاش پر
کیا بین بھی کرو گی نہ دولھا کی لاش پر

۵۸
جب یہ سنے کلام تو جی سنسنا گیا
منھ پر دلھن کے صاف رنڈاپا سا چھا گیا
دل پر چھری چلی کہ جگر تھرتھرا گیا
جوشِ بُکا میں کچھ نہ زباں سے کہا گیا
دولھا کو اتنی بات سنا کر اک آہ کی
صورت بتاتے جاؤ ہمارے نباہ کی

۵۹
سمجھی کہ جیتے اب نہیں پھرنے کے رن سے تم
سوؤ گے منھ چھپا کے لحد میں کفن سے تم
پیاسا گلا کٹا کے ملو گے حسنؑ سے تم
اچھا سلوک کرتے ہو صاحب دلہن سے تم
اک رات کی بنی پہ جفا یوں ہی چاہیے
اے شمعِ بزم مہر و وفا یوں ہی چاہیے

۶۰
فرمایا کیا کریں جو نہ روئیں بہ درد و یاس
مہماں ہیں جہاں میں کوئی دم کے حق شناس
نے باپ کی نہ بھائی کی اور نے چچا کی آس
سونپا تھا آپ کو سو ہے آپ بھی نہ پاس
وارث ہے کون پھر جو گلے سب کے کٹ گئے
تم کیا کرو نصیب ہمارے الٹ گئے

۶۱
میں کون ہوں بھلا جو کہوں گی کہ تم نہ جاؤ
گھر تو اجاڑ ہو چکا جنگل کو اب بساؤ
راضی ہیں ماں تمھاری تو جاؤ گلا کٹاؤ
بنھ جائے گا ہمارے رنڈاپے کا غم نہ کھاؤ
مسکن کریں گے رن میں تنِ پاش پاش پر
ہم بھی فقیر ہوئیں گے صاحب کی لاش پر

۶۲
باتیں یہ سن کے روتے تھے قاسمؑ بہ حالِ زار
ماں نے کیا اشارہ کہ اے میرے گل عذار
ہَل مِن مبارز کی صدا آئی ایک بار
موقع نہیں ہے دیر کا اٹھو یہ ماں نثار
کیا جانے ہوگا قبر میں کیا حال باپ کا
جی لگ گیا عروس کی باتوں میں آپ کا

۶۳
فرما کے الوداع اٹھا دلبرِ حسنؑ
غل پڑ گیا کہ لٹتی ہے اک رات کی دلہن
برہم ہوئی وہ بزم وہ صحبت وہ انجمن
اس وقت سب سے دولھا کی ماں کا تھا یہ سخن
جاتی ہے اب برات مرے نونہال کی
رخصت ہے بیبیو زنِ بیوہ کے لال کی

www.emarsiya.com

۶۴
جاتا ہے سرکشا نے کو رن میں یہ رشکِ ماہ
دنیا میں یادگار رہا حشر تک یہ بیاہ
لوئیں نے دودھ بخش دیا سب رہیں گواہ
دو رانڈیں ایک جا ہوں یہ حقِ مرتضیٰ الٰہ
بچھے نہ اب کوئی کہ دلہن کی عزیز ہوں
کل تک کی ساس آج سے اسکی کنیز ہوں

۶۵ مطلع
جب خیمۂ حسینؑ سے نکلا حسنؑ کا لال
بس گر پڑا قدم پہ یہ کہہ کر وہ خوش خصال
دیکھا کہ در پہ روتے ہیں سرور بہ صد ملال
دیجے رضا کہ حرب مجھے بہر ذوالجلال
چلائی ماں کہ سبطِ پیمبر نہ روکیو
شبیر نے دی صدا کہ برادر نہ روکیو

۶۶
لپٹا کے اس کو چھاتی سے بولے شہِ اُمم
یہ پیش دلبس ہے منزلِ ہستی میں کوئی دم
پیارے تمھارا داغ بھی دلبر سہیں گے ہم
تم آگے چند گام تو ہم پیچھے دو قدم
کچھ غم نہیں جو راہ ہے خنجر کی دھار پر
ہر دم خدا کا فضل ہے اس خاکسار پر

۶۷
یہ کہہ کے دل قلق سے بھر آیا جو ایک بار
تر آنسوؤں سے ہوگئی ریش خضاب دار
روئے شمال ابر شہِ آسماں وقار
تسلیم کر کے قاسمِ گل رو ہوا سوار
دولھا کے نورِ رخ کی ضیا چرخ تک گئی
جولاں کیا فرس کو تو بجلی چمک گئی

۶۸
پہونچا جو رزم گاہ میں وہ غیرتِ قمر
بولے عدو یہ کوئی فرشتہ ہے یا بشر
نیزہ پکڑ کے گھوڑے کو پھیرا ادھر ادھر
خورشید خاوری کی بھی خیرہ ہے یاں نظر
اللہ ری چمک رخِ پر آب و تاب کی
سہرہ بنا ہوا ہے کرن آفتاب کی

۶۹
کیوں وصف لعل لب میں حلاوت نہ پائے لب
شیریں لبوں کے ہیں لبِ شیریں فدائے لب
ہے مدح خواں کو قند مکرر تمنائے لب
دیکھے یہ لب تو یوسفِ مصری چھپائے لب
ترکِ ادب ہے اس کی ثنا اس طریق سے
دھونا زباں کو چاہیئے آبِ عقیق سے

۷۰
دنداں محیط نور کے ہیں گوہرِ خوش آب
ان سے مقابلہ کی نہیں اختروں کو تاب
براق اس قدر ہیں کہ ہے برق کو حجاب
بتیس موتیوں کی یہ قرآن ہے انتخاب
حیراں ہے چشمِ حور ظہور ان کا دیکھ کر
دانا درود پڑھتے ہیں نور ان کا دیکھ کر

۷۱
ناگاہ رجز پڑھنے لگے قاسمِ جری
ہم حیدری ہیں ہم میں ہے زورِ غضنفری
عالم میں کون ہے جو کرے ہم سے ہمسری
ہم سے ہے اوج پایۂ اورنگِ صفدری
شہرہ ہے حرب و ضرب میں خاص و عام کا
سکہ ہے شش جہت میں ہمارے ہی نام کا

۷۲
جد ہے مرا امیرِ عرب شحنۂ نجف
دادی جناب فاطمۂ زہرا سی ذی شرف
ضرغامِ دیں معینِ رسولانِ ما سلف
عمو حسینؑ صاحبِ لولاک کا خلف
میں پارۂ دلِ حسنِؑ خوش خصال ہوں
بیرے سے جو شہید ہوا اسکا لال ہوں

۷۳
اس کا پسر ہوں اے سپہ مقرور روم و شام
واللہ اس کا لختِ جگر ہوں میں تشنہ کام
گلزار فاطمہؑ کا کا ہے جو سرو سبزہ خام
تابوت جس کا تیروں سے چھلنی ہوا تمام
جاں اُنکی ہوں میں جس کو نہ جاگیرِ جد ملی
پہلو میں مصطفےٰ کے نہ جس کو لحد ملی

۷۴
ناگاہ فوج شام سے تیرِ ستم چلے
قاسمؑ بھی یاں سے کھینچ کے تیغِ دو دم چلے
تیر و سناں و نیزہ و خنجر بہم چلے
اعدا پہ چھیڑ کر فرس خوش قدم چلے
پیدل تو اس قطار کے تھے کس شمار میں
دو دو سوار کٹ گئے ایک ایک وار میں

۷۵
ڈھالیں اٹھیں کہ دن شبِ دیجور ہو گیا
حیراں ہر ایک ظالمِ مقہور ہو گیا
لامع جو برقِ تیغ ہوئی نور ہو گیا
چہروں کا رنگ خوف سے کافور ہو گیا
آئی ہنسی اجل کو بھی اس طرح مر گئے
گھوڑوں پہ تن چڑھے رہے اور سر اتر گئے

۷۶
تھا ابنِ سعد شوم کو اس دم بہت ہراس
اس سے کہا کہ فوج نہایت ہے بے حواس
غرق سلاح ازرقِ شامی کھڑا تھا پاس
تو جا کے لڑ تو قتل ہو شاید یہ حق شناس
رکتا ہے برچھیوں سے نہ دام کمند سے
جلدی سناں پہ اسکو اُٹھا لے سمند سے

۷۷
کہنے لگا بگڑ کے وہ با صد غرور و لاف
یہ امر اے امیر شجاعت کے ہے خلاف
تو آپ بے حواس ہے تقصیر ہو معاف
یاں تب لڑوں اگر علیؑ آئیں پئے مصاف
فرق آئے گا نہ میری کبھی آن بان میں
لڑکے سے لڑ کے نام مٹا دوں جہان میں

۷۸
ڈرتے ہیں سب جری مری جنگ و جدال سے
رکتی نہیں یہ تیغ تہمتن کی ڈھال سے
رستم کا زور آگے مرے کم ہے زال سے
ناداں ہوں کیا لڑوں میں جو اس خورد سال سے
بیٹوں کو میرے بھیج کے چاروں دلیر ہیں
جنگ آزما ہیں سور ہیں صفدر ہیں شیر ہیں

۷۹
لکھا ہے چار بیٹے پسر ارزقِ پلید
بولا یہ ان کو دیکھ کے وہ پیروِ یزید
دشمن تو آلِ پاک کے شیطان کے مرید
ہاں جا کے اس یتیم کو جلدی کرو شہید
رلواؤ قبر میں حسنؑ دل ملول کو
بیوہ بنا دو دخترِ سبطِ رسولؐ کو

۸۰
یہ چاند مجتبیٰؑ کا ہے خوں میں اسے ڈباؤ
انعام دوں یہ جنگ اگر فتح کر کے آؤ
تلواریں مارو ذبح کرو برچھیاں لگاؤ
سہرے سمیت کاٹ کے دولہا کے سر کو لاؤ
خلعت ملیں گے جاؤ گے جب دم سلام کو
سر اس کا نذر دیجیو تمھیں میرِ شام کو

۸۱
نکلا یہ بات سنتے ہی ان میں سے ایک یل
نعرہ کیا یہ غیظ سے موذی نے کھا کے بل
پیچھے چلی شریر کے ہنستی ہوئی اجل
ہاں اے حسنؑ کے لال خبردار ہو سنبھل
کام آئے کچھ تو نام شہِ ذوالفقار لے
بیشتی یہ ہو کوئی تو مدد کو پکار لے

www.emarsiya.com

۸۲
قاسم یہ نعرہ زن ہوئے چمکا کے راہوار
کافی ہے بس تمہیں سپر حفظ کردگار
امداد وقت جنگ ہے شیروں کو ناگوار
او خیرہ سر اجل تری گردن پہ ہے سوار
دشمن کو اپنی ضرب طمانچہ قضا کا ہے
آ کوئی وار کر جو ارادہ وغا کا ہے

۸۳
یہ سنتے ہی کماں کو اٹھا کر بڑھا شریر
تھا بس کہ تیز دست حسن کا مہ منیر
چلے میں تین بھال کا جوڑا شقی نے تیر
بجلی سی آئی کوند کے شمشیر بے نظیر
یوں قطع انگلیاں ہوئیں اس تیرہ بخت کی
جیسے کوئی قلم کرے شاخیں درخت کی

۸۴
اک ہاتھ میں گرے جو کٹے دست نابکار
اب دیکھ میرے تیر کا توڑ او خطا شعار
بولے کمر میں رکھ کے یہ شمشیر آبدار
بڑھ کر کماں کے قبضے کو یہ کہہ کے استوار
چلہ جو کھینچنے لگے سرکش کو تاک کے
رستم کی فوج چھپ گئی تودوں میں خاک کے

۸۵
چلے سے چھوٹ کر جو چلا تیر بے اماں
بچتی ہے کب خدنگ اجل سے کسی کی جاں
قربان تیرے ہاتھ کے چلائی یہ کماں
نکلا وہ تیر توڑ کے سینے کے استخواں
اک دم میں دی نجات خطا کو ثواب نے
غل تھا قفس کی تیلیاں توڑیں عقاب نے

۸۶
مرکب سے گر کے مر گیا جب وہ عدوئے دیں
نیزے کو تولتا ہوا مغرور و خشمگیں
نکلا ادھر سے تب پسر ثانی لعیں
ابرو پہ بل نگاہ میں قہر اور جبیں پہ چیں
ہمراہ اس کے تیغ بکف نو سوار تھے
اور اس طرف مدد کو شہ ذوالفقار تھے

۸۷
نیزے کا وار کرنے لگا جب وہ خود پسند
نیزہ اڑا کے نیزے سے کی یہ صدا بلند
بجلی سا کوندنے لگا دولہا کا بھی سمند
کیوں تو نے دیکھے نیزۂ مشکل کشا کے بند
یہ سن کے اس نے ڈھال کو چہرے پہ کر لیا
پھل کو بے حیا کی سناں میں بہ دلیا

۸۸
بے کار ہو کے کور ہوا جب وہ خیرہ سر
آواز دی زمیں نے کہ فی النار والسقر
پٹکے میں ہاتھ ڈال کے پٹکا زمین پر
جا تو بھی اے برادر عینی ترا جدھر
جز موت کچھ شقی کو نہ اس دم نظر پڑا
آنکھیں کھلیں تو قعر جہنم نظر پڑا

۸۹
چھوٹا برادر سوم اس کا بہ کر و فر
یاں بہر حفظ دست یداللہ تھے سپر
تانے ہوئے وہ گرز گراں سر کہ الحذر
تیغ دودم کو شیر نے تولا بچا کے سر
یوں دو کیا عمود سر نابکار کو
جس طرح تیغ تیز اڑا دے خیار کو

۹۰
مرتے ہی اس کے فوج سے جو تھا پسر بڑھا
سنتے ہی یہ وہ تیغ دودم کھینچ کر بڑھا
قاسم پکارے او لعیں خود سر کدھر بڑھا
جھنجلا کے مجتبیٰ کا بھی لخت جگر بڑھا
اٹھتا وہ کیا کہ تیر اجل کا نشانہ تھا
اک ہاتھ میں نہ سر تھا نہ بازو نہ شانہ تھا

www.emarsiya.com

۹۱
بے جاں ہوئے نبرد میں بیٹے جو اس کے چار
جوشِ غضب سے سرخ ہوئی چشمِ نابکار
ازرق کا دل ہوا صفتِ لالہ داغدار
شعلے تنور منھ سے نکلنے لگا بخار
جیبِ قبا کو شکلِ کفن پھاڑتا ہوا
نکلا پرے سے دیو سا چنگھاڑتا ہوا

۹۲
شانے پہ تھی شقی کے وہ دو نامک کی کماں
چار آئینہ وہ پہنے تھا بر میں کہ الاماں
ارجن بھی جس سے سہم کے گوشے میں ہو نہاں
دب جائیں جس کے بوجھ سے رستم کے استخواں
اٹکی تھی یوں زرہ بدنِ بدخصال میں
جکڑا ہے فیلِ مست کو لوہے کے جال میں

۹۳
آمد شقی کی دیکھ کے گھبرا گئے امام
لو بھائی جنگ ہو چکی قصہ ہوا تمام
عباسؑ نام ور سے یہ رو کر کیا کلام
آیا سوئے یتیمِ حسنؑ موت کا پیام
ہم شکلِ مجتبیٰ کو بلا لو پکار کے
مانگو دعا سروں سے عمامے اتار کے

۹۴
یہ کہہ کے قبلہ رو ہوئے سلطانِ کائنات
اے خالقِ زمین و زماں ربِّ کائنات
درگاہِ کبریا میں دعا کی اٹھا کے ہات
ازرق کے ہاتھ سے مرے قاسم کو دے نجات
تو حافظِ جہاں ہے کریم و رحیم ہے
یارب بچا اسے کہ یہ لڑکا یتیم ہے

۹۵
فضہ پکاری خیمے میں آکر بہ چشمِ تر
آیا ہے لڑنے ازرقِ ملعون خیرہ سر
لوگو تمھیں یتیمِ حسنؑ کی بھی ہے خبر
کھولو سروں کو اے حرمِ شاہِ بحر و بر
عباسؑ روتے ہیں علی اکبرؑ اداس ہیں
ایسا ہے کچھ کہ سبطِ نبیؐ بے حواس ہیں

۹۶
نکلا یہ سب کے منھ سے کہ ہے ہے حسن کا لال
سینے سے مل گیا دلِ بانوئے خوش خصال
زینبؑ نے اٹھ کے کھول دیے اپنے سر کے بال
چلائی ماں گذر گیا کیا میرا نونہال
عابدؑ کا تپ میں گرم بدن سرد ہو گیا
قاسمؑ کے چھوٹے بھائی کا منھ زرد ہو گیا

۹۷
چلائی رو کے زوجۂ عباسؑ نوجواں
سن کر یہ غل دلہن کے بھی آنسو ہوئے رواں
یارب ہے تو یتیمِ حسنؑ کا نگاہباں
لے کر بلائیں ساس پکاری کہ میری جاں
خالق کرے گا رحم نہ آہ و بکا کرو
دولھا پہ آنچ ہے میں صدقے دعا کرو

۹۸
اس اضطراب میں جو سنا ساس کا سخن
آہستہ کی یہ عرض کہ اے ربِّ ذوالمنن
زانو سے سر اٹھا کے ہوئی قبلہ رو دلہن
دشمن پہ فتح یاب ہو لختِ دلِ حسنؑ
لڑنے گئے ہیں تشنہ دہن تیری راہ میں
رکھ میرے ابنِ عم کو تو اپنی پناہ میں

۹۹
یارب دلہن بنے مجھے گذری ہے ایک شب
اب تک تو شرم سے نہ ہلائے تھے میں نے لب
دولھا جو مر گیا تو مجھے کیا کہیں گے سب
پر کیا کروں کہ اب ہے مری روح پر تعب
شبیرؑ کے آفتاب کا وقتِ غروب ہے
دولھا سے پہلے مجکو اٹھا لے تو خوب ہے

www.emarsiya.com

100
سہرے کے پھول بھی ابھی سوکھے نہیں ہیں آہ
یہ عقد تھا کہ موت تھی ماتم تھا کہ بیاہ
جو آ گیا پیام رنڈاپے کا یا الٰہ
بعد ان کے ہوگا خلق میں کیونکر میرا نباہ
اٹھوں جہاں سے دلبر شبیرؑ کے سامنے
عورت کی موت خوب ہے شوہر کے سامنے

101
فوجیں ادھر وہاں کی چلیں سوئے آسماں
رستم بھی ہو تو کھینچ نہیں سکتی مری کماں
بل کھا کے اس طرف یہ پکارا وہ بد زباں
جوشن کو توڑتا ہے مرا تیر بے اماں
ہے اسکی تیغ ساتھ ہوں میں جس رئیس کے
سر سر کیا ہے دیو کو چٹکی میں پیس کے

102
قاسمؑ نے دی صدا کہ بس اب کر زباں کو بند
حق نے فروتنی سے کیا ہم کو سر بلند
اللہ کو غرور و تکبر ہے ناپسند
نیزے کا بند باندھ کوئی چھیڑ کر سمند
دیکھیں بلند کون ہے اور پست کون ہے
کھل جائے گا ابھی کہ زبردست کون ہے

103
کیا زور تیرا اور تری ضرب او ذلیل
جوہر خود اس کے کھلتے ہیں جو تیغ ہے اصیل
تعریف اپنی خود یہ سفاہت کی ہے دلیل
کاٹے ہماری تیغ نے بازوئے جبرئیل
جرأت میں ہم کسی کو بھلا کیا سمجھتے ہیں
مضبوط جو ہیں وہ تجھے بودا سمجھتے ہیں

104
یہ گرز میل راہ سقر ہے ترے لئے
برچھی کا پھل قضا کا ثمر ہے ترے لئے
دست اجل ترا یہ تبر ہے ترے لئے
کالی بلا تری یہ سپر ہے ترے لئے
ضربت نہ چل سکے گی جو ماریں گے ہم تجھے
بے آبرو کرے گی یہ تیغ دودم تجھے

105
کیا ہو سکے گا تجھ سے بھلا وقت دار و گیر
حلقہ کہیں کماں کا نہ کر لے تجھے اسیر
دستانے دونوں ہاتھوں کو پکڑے ہیں او شریر
دشمن ہیں سب ترے جنھیں سمجھا ہوا ہے تیر
او تیرہ رو بھلا یہ سپر کیوں لگائے ہے
آغوش میں کہ تجکو سیاہی دبائے ہے

106
گو اسلحہ ہے زیور مردان سر گذار
ہے دم میں فیصلہ جو کھنچے تیغ آبدار
سب حربے چل سکیں گے بھلا وقت گیر و دار
لادے ہوئے ہے تن پہ عبث ایک خر کا بار
چھپتے نہیں ہزار میں تیور دلیر کے
یہ تو نہیں ہے کلب ہے برقع میں شیر کے

107
بیٹوں کے غم نے کر دیئے مختل ترے حواس
فاقہ ہے ہم پہ اور ہے سہ دوپہر کی پیاس
گھبرا نہ بھیجتے ہیں تجھے بھی انہیں کے پاس
آنکھیں ملا کے دیکھ بھلا ہے کہیں ہراس
کم ہیں جو نور عین تو آنکھیں چرائے ہے
ثابت ہوا کہ شرم سے منہ کو چھپائے ہے

108
آگے ہمارے دعوئ جرأت خدا کی شان
مغرور اس پہ ہے کہ میں لڑکا ہوں نوجوان
گدی سے کھینچ لوں ابھی بڑھ کر تری زبان
لے میان سے کہ اسکا بھی ہو جائے امتحان
ہیں خیبر شیر خوار جناب امیرؑ کے
جھولے سے پھینک دیتے ہیں اژدر کو چیر کے

www.emarsiya.com

109
بارہ برس کے سن میں لڑے شاہ ذوالفقار
ہے دیکھنے کا یہ تن و توش اور زبوں شعار
مرحب سا پہلواں نہ بچا وقت کارزار
گینڈے کی ڈھال کاٹتی ہے تیغ آبدار
لڑکوں سے فوجیں بھاگ گئیں منہ پھیر پھیر کے
ہاتھی کو مار ڈالا ہے بچوں نے شیر کے

110
قایل کیا جو مصحفِ ناطق کے لال نے
برچھا اٹھایا ہاتھ میں اس بد خصال نے
تر کر دیا اسے عرقِ انفعال نے
چھیڑا فرس کو قاسمؑ یوسف جمال نے
نکلنے لگے صفوں سے جواں سب ڈرے ہوئے
عباسؑ نامدار قریب آ کھڑے ہوئے

111
قاسمؑ نے عرض کی کہ بہت دھوپ ہے حضور
فرمایا صدقے میں تری ہمت کے اے غیور
رہیے چچا کے پاس یہ تکلیف کیا ضرور
دشمن کو پاس آنے نہ دو ہم کھڑے ہیں دور
ہشیار جانِ عم کہ دم کارزار ہے
جاتا ہے اب کہاں یہ تمہارا شکار ہے

112
کیوں تیغ تول تول کے بڑھتے ہو بار بار
صدقے ترے حواس کے اے میرے شہسوار
بیٹا سپر تو ہاتھ میں لے لو چچا نثار
ہاں دونوں پاؤں رکھیو رکابوں میں استوار
آنے دو اس کو تیغ ابھی دم بھر تھمی رہے
گھوڑا نہ بد مزاج ہو پٹری جمی رہے

113
فارس ہے تم سا کون تہِ چرخِ چنبری
صدقے میں اے نہنگ محیطِ دلاوری
دکھلا رہے ہو صاحبِ دلدل کی بے جگری
دکھلا دو ضربِ تیغِ جہانگیرِ حیدری
ابرو پہ بل ہو آنکھوں سے آنکھیں لڑی رہیں
بھاری زرہ وہ پہنے ہیں چوٹیں کڑی رہیں

114
بیٹا تمہیں خدا نے دیا ہے علیؑ کا زور
بہرام کی طرح سے چلا اب میانِ گور
گو پیل ہے یہ ہم تو سمجھتے ہیں اس کو مور
دیکھو گے دیکھنے کا فقط ہے یہ زور شور
چھپتے ہیں جتنے سانپ وہ ڈستے نہیں کبھی
گرجے ہیں جو بہت وہ برستے نہیں کبھی

115
سنکر صدا نے شیر پکارا وہ بزدلا
تیوری چڑھا کے حضرت عباسؑ نے کہا
کیا ان کے ساتھ آپ بھی ہیں عازم وغا
بس ہے مجھے یہ طفل مری احتیاج کیا
کچھ تجھ سے کم نبیرۂ خیبر شکن نہیں
دو ایک سے لڑیں یہ ہمارا چلن نہیں

116
نیزہ جما کے جانب قاسمؑ بڑھا وہ پیل
گھوڑا نہ گر پڑے ترے لنگر سے منہ کے بل
دولہا نے مسکرا کے صدا دی سنبھل سنبھل
تو ہے فرس پہ اور تری گردن پہ ہے اجل
ضیغم ہیں بیٹے اسد ذوالجلال کے
کیجو سناں کے وار ذرا دیکھ بھال کے

117
یہ کہہ کے اپنے چھوٹے سے نیزے کو دی نکان
اک بند باندھ کر جو فرس سے کہا کہ ہاں
چمکی انی تو برق پکاری کہ الامان
ڈانڈ آئی ڈانڈ پر تو سناں سے لڑی سناں
بل کیا کرے کہ زور ہی موذی کا گھٹ گیا
غل تھا کہ اژدہے سے وہ افعی لپٹ گیا

www.emarsiya.com

۱۱۸ قاسمؑ نے زور سے جو انی پہ رکھی انی
بگڑا جو ڈھنگ جان پہ ظالم کے آ بنی
بھاگا شقی کے جسم سے زور تہمتنی
تھی اس سناں کی نوک کہ ہیرے کی تھی کنی
اڑ کر گری زمیں پہ سناں اس نکان سے
گرتا ہے جیسے تیر شہاب آسمان سے

۱۱۹ جھلّا کے چوب نیزہ کو لایا وہ فرق پر
دو انگلیوں میں نیزۂ دشمن کو تھام کر
قاسمؑ نے ڈانڈ ڈانڈ پہ ماری بچا کے سر
جھٹکا دیا کہ جھک گئی گھوڑے کی بھی کمر
نیزہ بھی دب کے ٹوٹ گیا نابکار کا
دو انگلیوں سے کام لیا ذوالفقار کا

۱۲۰ نکلا وہ بے شعور یہ جھٹکا اٹھا کے جب
چلّے میں تیر جوڑ چکا جب وہ بے ادب
چلّے میں بے کمان کیانی بہ صد غضب
تیوری چڑھائی قاسمؑ نوشاہ نے بھی تب
تیر نگاہ سے وہ خطا کار ڈر گیا
کاٹے یہ دونوں ہاتھ کہ چلّہ اتر گیا

۱۲۱ بولے یہ مسکرا کے جگر گوشۂ حسنؑ
چلّائے بڑھ کے حضرت عباسؑ صف شکن
رخ پھیر یو نہ او ستم ایجاد پیل تن
کیا تجھکو خوب یاد ہیں تیر افگنی کے فن
دیکھا ہمارے شیر کی جتون کی شان کو
دعویٰ ہے کچھ ابھی تو چڑھا لے کمان کو

۱۲۲ کند وگداز تیر نظر پر بھی کی نظر
تیروں کے کاٹ ڈالے ہیں ردئیں تنوں سے سر
ظالم عقاب تیر کے بھی اڑ گئے ہیں پر
ہاں اب بتا صواب کدھر ہے خطا کدھر
ترکش کو پھینک دے جو حمیت کا جوش ہو
چلّے سے کو کو تھام کے حلقہ بگوش ہو

۱۲۳ دو سمت سے چلے جو ملامت کے اس پہ تیر
ہاں اے حسنؑ کے لال بدخشاں بدہ بگیر
چلایا تیغ تیز علم کرکے وہ شریر
نکلی چمک کے یاں سے بھی تیغ قضا نظیر
چمکا کے تیغ تیز جو قاسمؑ سنبھل گئے
سمجھا جو کچھ فرس کے بھی تیور بدل گئے

۱۲۴ مانند شیر غیظ میں آیا وہ پیل تن
مارے زمیں پہ ٹاپ کہ لرزا تمام بن
آنکھیں ابل پڑیں صفت آہوئے ختن
چلّائے سب کہ گھوڑے پہ بھی تو چڑھا ہے رن
کیلیں زمیں کی اس کی تگاپو سے ہل گئیں
دونوں کنوتیاں بھی کھڑی ہو کے مل گئیں

۱۲۵ فر فر نفس کی آتی تھی نتھنوں سے جب صدا
دشمن کو گھورتا ہے دہانا چبا چبا
کہتے تھے لوگ سب کہ ہے رف رف یہ باد پا
غل تھا کہ بس فرس ہو تو ایسا ہو با وفا
دشمن کو کیا نبرد میں بچنے کی آس ہو
لڑے کٹاریاں یہ فرس جس کے پاس ہو

۱۲۶ چھل بل دکھائی فوج کو دوڑا تھما اڑا
دیکھی زمیں کبھی کبھی سوئے سما اڑا
صورت بنائی جست کی سمٹا جما اڑا
شل سمند باد شبہ انّما اڑا
جن تھا پری تھا سحر تھا آہو تھا سکار تھا
گویا ہوا کے گھوڑے پہ گھوڑا سوار تھا

www.emarsiya.com

۱۲۷ دونوں طرف سے چلنے لگے وار یک بہ یک
بجنے لگے فلک کے دریچوں سے سب تلک
دو بجلیاں دکھانے لگیں ایک جا چمک
اک زلزلہ تھا اوجِ ثریا سے تا سمک
چہرہ پہ آفتاب کے مقتل کی گرد تھی
یہ خوف تھا کہ دھوپ کی رنگت بھی زرد تھی

۱۲۸ ہر بار جانبین سے ہوتے تھے وار رد
جب بڑھ کے وار کرتا تھا وہ بانیِ حسد
تھا حرب و ضرب میں وہ شقی بھی بلا کے بد
کہتا تھا بازوئے ستم دیں یا علیؑ مدد
یوں روکتے تھے ڈھال پہ تیغِ جہول کو
جس طرح روک لے کوئی شہ زور پھول کو

۱۲۹ لایا جو حرفِ سخت زباں پر وہ بد خصال
گھوڑے سے بس ملا دیا گھوڑا بہ صد جلال
جھپٹا مثال شیرِ درندہ حسنؑ کا لال
اتنے بڑھے کہ لڑ گئی اس کی سپر سے ڈھال
ادھڑ گئی کہ ہوش اڑے خود پسند کے
گھوڑے نے پاؤں رکھ دیے سر پر سمند کے

۱۳۰ عباسؑ نام دار نے پہلو سے دی صدا
دشمن کے مار ڈالنے کی بس یہی ہے جا
ہاں اب نہ جانے دیجیو احسنت مرحبا
سنتے ہی یہ فرس سے فرس کو کیا جدا
گھوڑا بھی اس طرف کو ادھر ہو کے پھر پڑا
مارا کمر پہ ہاتھ کہ دو ہو کے گر پڑا

۱۳۱ غازی نے دی صدا کہ وہ مارا ذلیل کو
کیا منہدم کیا رہِ عصیاں کے میل کو
بچے نے آج پست کیا مست پیل کو
لوگو سنو گرا دیا حرفِ ثقیل کو
دو ہو گئی کمر نہیں تسمہ لگا ہوا
دیکھو تو آ کے لاش کے ٹکڑے یہ کیا ہوا

۱۳۲ قاسمؑ سے پھر کہا کہ مبارک تمھیں ظفر
اور عرض کی یہ دور سے ہاتھوں کو جوڑ کر
تسلیم کی ادب سے چچا کو جھکا کے سر
اقبال آپ کا کہ مہم ہو گئی یہ سر
پشتی پہ آپ جب ہوں تو پھر کیا ہراس ہو
کام آئے کیوں نہ داؤ جو استاد پاس ہو

۱۳۳ فرمایا جانِ عم یہ بشر تھا کہ دیو زاد
آؤ کہ تم پہ پھونک دیں پڑھ کر وان یکاد
ڈھایا ہے تم نے کفر کا گھر خانۂ عناد
جلائی در سے ماں نہ بر آئی مری مراد
بیوہ کا لال بچ گیا صدقے حسینؑ پر
اسپند کوئی کر دے مرے نورِ عین پر

۱۳۴ عباسؑ نامدار تو ہنستے چلے ادھر
اس غم کدے میں دہر کے شادی کہاں مگر
یعنی خوشی کی جا کے شہِ دیں کو دیں خبر
یاں اس بنے پہ ٹوٹ پڑے لاکھ اہلِ شر
لاکھوں سے لڑ کے پیاس سے مجبور ہو گئے
حربے ہزار ہا جو چلے چور ہو گئے

۱۳۵ کیوں کر تمام فوج سے یہ تشنہ لب لڑے
کھا کھا کے زخم مثلِ امیرِ عرب لڑے
اک اک لڑا نہ آہ، بہم ہو کے سب لڑے
جانبازیاں غضب کی دکھائیں غضب لڑے
جلوہ میانِ تشنہ دہانی دکھا دیا
بچپن میں لڑ کے زورِ جوانی دکھا دیا

۱۳۶
للکارا جس نے بس وہیں گھوڑا ڈپٹ کے آئے
یوں آئے جیسے شیر درندہ جھپٹ کے آئے
بجلی گری اُدھر یہ جدھر کو پلٹ کے آئے
صف کو بھگا کے آئے پرے کو اُلٹ کے آئے
منھ سرخ تھا کھلے ہوئے تھے زخم سینے کے
بن کر لہو ٹپکتے تھے قطرے پسینے کے

۱۳۷
کاٹے رسالے تیغ سے کار قلم لیا
دست یمیں نے جنگ میں آرام کم لیا
پھر دست چپ میں تیغ و سپر کو بہم لیا
تیورا کے سنبھلے منھ سے لہو ڈالا دم لیا
یاں بند ہو کے آنکھ کھلی جتنی دیر میں
سو تیر دل کو توڑ گئے اتنی دیر میں

۱۳۸
آخر گھرا سپاہ میں وہ چودھویں کا ماہ
رو کے تھی فوج تیروں سے اور برچھیوں سے راہ
لشکر کے ساتھ تھا پسر سعد روسیاہ
تلوار چل رہی تھی کہ اللہ کی پناہ
غل تھا کہ روند ڈالا ہے لشکر کے باغ کو
ہاں غازیو بجھا دو حسینؑ کے چراغ کو

۱۳۹
تیغیں چڑھائی تھیں جو لعینوں نے سان پر
پڑتی تھیں وہ قریب سے سب ناتوان پر
تیروں پہ تیر تھے تو کمانیں کمان پر
حملہ تمام فوج کا تھا ایک جان پر
یوں برچھیاں تھیں چار طرف اس جناب کے
جیسے کرن نکلتی ہے گرد آفتاب کے

۱۴۰
غش میں جھکا فرس پہ جو وہ غیرتِ قمر
مارا کسی نے فرق پہ اک گرز کا سر
برچھی لگی جو سینے پہ ٹکڑے ہوا جگر
گرتے تھے اسپ سے کہ کمر پر لگا تبر
طارق کی تیغ کھا کے پکارے امام کو
فریاد یا حسینؑ بچاؤ غلام کو

۱۴۱
سنتے ہی استغاثۂ داماد کی صدا
دوڑے حسینؑ جانبِ مقتل برہنہ پا
گھبرا کے بولے حضرتِ عباسؑ باوفا
تلوار کس پہ چل گئی ہے ہے ہوا یہ کیا
چلائی ماں ارے مری بستی اُجڑ گئی
اے بھائی دوڑو بن کے لڑائی بگڑ گئی

۱۴۲
جھپٹے جو شاہ فوج پہ چمکا کے ذوالفقار
بجلی گری یزید کے لشکر پہ ایک بار
اس غیظ میں یمیں سے جو آئے سوئے یسار
بھاگے پھرا کے گھوڑوں کی باگوں کو سب سوار
بھاگڑ میں خوں سے رن کی زمیں لال ہو گئی
دولھا کی لاش گھوڑوں سے پامال ہو گئی

۱۴۳
دیکھا امام نے کہ رگڑتے ہیں ایڑیاں
سوکھے ہوئے لبوں پہ ہے اینٹھی ہوئی زباں
داماد سے لپٹ گئے حضرت بصد فغاں
بے جاں ہوا حسینؑ کے آگے وہ نیم جاں
جب لاش اٹھائی شہ نے تو چور استخوان تھے
سب چاند سے بدن پہ سموں کے نشان تھے

۱۴۴
ڈیوڑھی پہ لاش لائے جو سلطان بحر و بر
پردہ اٹھایا ڈیوڑھی کا فضہ نے دوڑ کر
لاشے کے پاؤں تھامے تھا کوئی کوئی سر
چادر کمر کی تھامے تھے عباسؑ نامور
لٹکی تھیں دونوں خاک میں زلفیں اٹی ہوئی
رخ پر پڑی تھیں سہرے کی لڑیاں کٹی ہوئیں

www.emarsiya.com

۱۴۵
لاشہ ادھر سے لے کے چلے شاہ کربلا
دوڑے ادھر سے پیٹتے ناموس مصطفا
فضہ بھی آ گئی آگے کھلے سر برہنہ پا
آئی جو صحن میں تو یہ رانڈوں کو دی صدا
چھپ جائے جس سے دور کا ناتا ہے صاحبو!
دولہا دلہن کے لینے کو آتا ہے صاحبو!

۱۴۶
بہنیں کدھر ہیں ڈالنے آنچل نبی پہ آئیں
اب دیر کیا ہے حجرے سے باہر دلہن کو لائیں
رخصت ہوں جلد تاکہ براتی بھی چین پائیں
جاگے ہیں ساری رات کے اپنے گھروں کو جائیں
دل پر سہے فراق کی شمشیر تیز کو
ماں سے کہو دلہن کی نکالے جہیز کو

۱۴۷
ناگاہ لاش صحن تک آئی لہو میں تر
پیٹے جو سب عروس کو بھی ہو گئی خبر
تھا سامنا کہ لاش پہ بھی جا پڑی نظر
گھبرا کے تب سکینہؑ سے بولی وہ نوحہ گر
دولہا کی لاش آئی ہے سہرے کو توڑ دو
منہ اُلٹ دو حجرے کے پردے کو چھوڑ دو

۱۴۸
یہ کہہ کے نوچنے لگی سہرا وہ سوگوار
افشاں چھڑا کے خاک ملی منہ پہ چند بار
کہنے لگی لپٹ کے سکینہؑ جگر فگار
ہے ہے بہن بڑھا دو نہ سہرے کو میں نثار
وہ کہتی تھی کہ جاگ کے تقدیر سو گئی
بی بی نہ پکڑو ہاتھ کہ میں رانڈ ہو گئی

۱۴۹
یہ کہہ کے غش ہوئی جو قلق سے وہ نوحہ گر
حجرے سے دوڑی بالی سکینہؑ برہنہ سر
آ کر قریب صحن پکاری بہ چشم تر
اے بیبیو کسی کو دلہن کی بھی ہے خبر
کیسی گھڑی ہے ہائے یہ اماں کدھر گئیں
دوڑو پھوپھی جان سے کُبرا گذر گئیں!

۱۵۰
رو کر بہن سے کہنے لگے شاہ بحر و بر
اُٹھ بے نصیب رانڈ کو لے آؤ لاش پر
بیٹی لٹے گی اس کی ہمیں تھی نہ کچھ خبر
اب شرم کیا ہے دیکھ لے دولہا کو اک نظر
زخمی بھی ہے شہید بھی ہے بے پدر بھی ہے
دولہا ہے نام کو بھی چچا کا پسر بھی ہے

۱۵۱
حضرت یہ سن کے ہٹ گئے با چشم اشکبار
پیٹی یہ سر کہ غش ہوئی بانوئے دل فگار
چادر سپید اُڑھا کے دُلہن کو بہ حال زار
گودی میں لائیں زینبؑ غمگیں کو سوگوار
چلائی ماں یہ گر کے تن پاش پاش پر
قاسمؑ بنے اُٹھو دلہن آئی ہے لاش پر

۱۵۲
صدقے گئی بچی کو نہ ہوئے کہیں ملال
رکھو دلہن کی پیٹھ پہ ہاتھ اے حسنؑ کے لال
واری بس اب اٹھو کہ پریشاں ہے میرا حال
کیسا یہ خواب ہے کہ دُلہن کا نہیں خیال
کروٹ تو لو کہ ماں کے جگر کو قرار ہو
اس بچپنے کی نیند پہ اماں نثار ہو

۱۵۳
جس دم دلہن نے لاش کے ٹکڑوں پہ کی نگاہ
نکلی نہ ہوں ڈوبی بولی اک جگر سے آہ
قدموں پہ سر جھکا کے پکاری وہ رشک ماہ
میرا قصور عفو ہو اے میرے بادشاہ
بولی رہی حجاب سے تقصیر وار ہوں
اب حکم ہو تو لاش پہ اٹھ کر نثار ہوں!

www.emarsiya.com

۱۵۴
اے پارۂ دلِ حسنؑ واے فدیۂ حسینؑ
کل وہ خوشی تھی آج یہ برپا ہے شور و شین
کیا کہہ کے روؤں اٹھ گیا اب تو جہاں سے چین
بیوہ کو کوئی سکھائے تو صاحب کروں میں بین
چھوڑو دلہن کی لاش پہ رونے کے واسطے
دولہا بنے تھے قبر میں سونے کے واسطے

۱۵۵
صاحب بتا تو دو تمھیں رونے میں کیا کہوں
بے کس کہوں کہ فدیۂ راہِ خدا کہوں
پیاسا کہوں شہید کہوں یا بنا کہوں
دولہا کہوں کہ قاسمؑ گلگوں قبا کہوں
ماتم بھی یوں تو ہوتا ہے شادی بھی ہوتی ہے
اک شب کی رانڈ دولہا کو کیا کہہ کے روتی ہے

۱۵۶
کیوں رونے والو سنتے ہو آوازِ شور و شین
اس بزمِ پاک میں ہیں نہاں نوحہ گر حسینؑ
منبر کے پاس فاطمہؑ روتی ہیں کر کے بَین
ماتم کرو کہ مر گیا حضرت کا نورِ عین
شبّرؑ کو بھی قلق ہے شہِ بے وطن کو بھی
پُرسا دو تم حسینؑ کو بھی اور حسنؑ کو بھی

۱۵۷
لکھے انیسؔ میں نے بہ سرعت یہ چند بند
لے جائے شوق سے جسے مضموں ہو جو پسند
اک جا ہے شیر و شکر و شہد و نبات و قند
اُس کے کرم سے ہوگا یہ دریا کبھی نہ بند
نہریں رواں ہیں فیضِ شہِ مشرقین کی
پیاسو پیو سبیل ہے نذرِ حسینؑ کی

سلام

خیالِ چہرۂ شہ وقتِ خواب رہتا ہے
تمام شب مرے گھر آفتاب رہتا ہے
سلامی ریش میں جب تک خضاب رہتا ہے
اگر رہا تو بس اتنا شباب رہتا ہے
خدا کا قہر نبیؐ کا عتاب رہتا ہے
عدوِ علیؑ کا ہمیشہ خراب رہتا ہے
ہمارے شیشۂ دل کو نہ توڑ اے زاہد!
یہ ظرف وہ ہے کہ جس میں گلاب رہتا ہے
جو دل جلے ہیں انھیں کا سخن ہے گرما گرم
مزا ہے سیخ پہ جب تک کباب رہتا ہے
زباں سوالِ نکیرین سے نہ بند ہوئی
خموش بھی کہیں حاضر جواب رہتا ہے
کھلی ہیں مالکِ دفتر کے سامنے فردیں
سیاق داں سے حساب و کتاب رہتا ہے
لگا کے آتشِ قلب و جگر کو اشک نکل
دو آتشہ ہو تو برسوں گلاب رہتا ہے
بھری ہے کون سی یارب دلِ انیسؔ میں حب
کہ جس کی آگ سے دوزخ کباب رہتا ہے

رباعی

سوزِ غمِ دوری نے جلا رکھا ہے
آہوں نے کنولِ دل کا بجھا رکھا ہے
نکلو کہیں جلد عمر آخر ہے انیسؔ
اس ہندِ سیہ بخت میں کیا رکھا ہے